تاریخ اسلام پر ایک نظر:-

# فسانۂ اندلس

(از مولانا خالد کمال مبارکپوری)

اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ مسلمانوں نے ایک قلیل مدت میں جو کامیابی حاصل کی وہ دوسری قوموں کو ہزار ہا برس کے بعد بھی حاصل نہ ہو سکی، چنانچہ پہلی صدی کے اخیر ہی میں مسلمانوں نے براعظم افریقہ کے تمام ساحلی علاقوں پر علم اسلام نصب کر دیا، اور موسیٰ بن نصیر جیسے عظیم فاتح اسلام نے اپنی مٹھی بھر فوج کو لیکر بحر محیط اطلس کو عبور کر کے یورپ کے ملکوں میں اپنا جھنڈا گاڑ دیا۔

اس عظیم قائد کی قیادت میں پہلی صدی ہجری کے آخر میں مسلمانوں کا قدم مبارک یورپ کے مشہور علمی مقام اسپین تک پہونچ گیا۔ اس وقت تک اسپین پر اندلس کا اطلاق نہیں ہوا تھا، بلکہ مسلمانوں ہی نے اسے فتح کرنے کے بعد اس کا نام اندلس رکھا، اسپین رومیوں کا لفظ ہے جنہوں نے تقریباً دوسو برس قبل مسیح اس خطہ پر حملہ کیا، اور اس وقت تک اسپین پر قابض رہے جب تک کہ شمالی یورپ کے بربریوں نے رومی مقبوضہ ملکوں کو تقسیم نہیں کر لیا، اس تقسیم کے بعد اسپین "وندال" کے حصہ میں آیا جس کے نام پر عربوں نے اس خطہ کا نام "اندلس" رکھا۔

یہی "وندالی" پانچویں صدی عیسوی سے لیکر مسلمانوں کی آمد یعنی آٹھویں صدی عیسوی کی ابتداء تک اسپین کی قسمت کے مالک رہے، ان کے بعد عربوں نے اس کو فتح کر لیا۔ جس کی وجہ یہ ہوئی کہ اخیر میں اسپین کی اقتصادی سیاسی اور اجتماعی پالیسی بہت گندی ہو چکی تھی۔ بدحالی ہر طرف عام ہو چکی تھی، اور حسب قاعدہ حکام کے جور وستم نے وہاں کے باشندوں کا ناک میں دم کر رکھا تھا ان پر طرح طرح کے بے جا مظالم ڈھائے جا رہے تھے، لہذا وہاں کے باشندے بڑی شدت سے ایک ایسی صبح کی آمد کا انتظار کر رہے تھے جو اُن کو غلامی، اور اقتصادی بدحالی سے نجات دلائے، جس میں وہ بری طرح پھنسے ہوئے تھے، حتیٰ کہ زمیندار طبقہ عوام کو اپنا

## بقیہ "فرق مراتب انبیاءؑ الخ"

حکم تہجد کے بعد اس وعدہ کا اعادہ کیوں فرمایا۔

قرآن کے اس اسلوب میں آخر کوئی حکمت موجود ہے یا نہیں؟۔

بات تو صرف اتنی ہے، ــــــ اچھا، حضرت شاہ عبد القادر صاحبؒ کا یہ نوٹ ملاحظہ فرمائیے:۔

"نیند سے جاگ کر قرآن پڑھا کر، یہ حکم سب سے زیادہ تجھ پر کیا ہے کہ تجھکو مرتبہ بڑا دینا ہے"

حضورؐ کو بڑا مرتبہ دینا مقصود تھا تو خصوصی احکام دینے کی ضرورت کیا تھی؟، یہ خصوصی احکام خصوصی جدوجہد کیلئے تھے اور خصوصی جدوجہد اس عظیم مرتبہ کا دیباچہ تھی جو آپؐ کو عطا کیا جانے والا تھا۔

یہ عظیم مرتبہ بحیثیت خاتم الانبیاء ہونے کے آپؐ کو عطا کیا جانے والا تھا۔

مدرسہ کی چھٹیاں ہیں۔ نہ تفسیر کی بڑی کتابیں راقم کے پاس ہیں، نہ اتنی فرصت ہے، رمضان شریف کی مشغولیتوں میں سے جتنا وقت نکال سکتا تھا:: [illegible] فقط

پیدائشی غلام تصور کرتے اور ان پر طرح طرح کے ناجائز
ٹیکس لادے جارہے تھے، اور ان کو بجبر سلاح جنگ کے
میدانِ کارزار میں مدافعت کے لئے استعمال کیا جاتا
تھا، اور امراء و کنائس کے اجارہ داروں کا کیا کہنا،
انہوں نے تو عوام کو ناک چنے چبوار کھے تھے۔

اندلس میں سعادت انسانی کی صبح کی پہلی کرن
جبل طارق کے دوسرے کنارے سے جلوہ افروز ہوئی
جو شمالی افریقہ اور جنوبی اسپین کے درمیان حدفاصل
کا کام دے رہاہے، پورے افریقہ کو اسلام کی روشنی
سے منوّر کرنے کے بعد خاورِ اسلام نے اسپین کو منور
کرنے کا قصد کیا۔

چنانچہ سعادت کی صبح صادق کی پہلی کرن موسیٰ
بن نصیر کے ایک ماتحت "طریف" نامی مجاہد اسلام
کی سرکردگی میں فوج کی شکل میں داخل ہوئی۔ اس مجاہد
جماعت کا دخول سرزمین اسپین میں ۹۱ھ مطابق
۷۱۰ء میں ہوا۔ اسپین کے جنوب میں اس فوج نے
قیام کر کے اسپین سے متعلق معلومات بہم پہونچانی
شروع کیں، اور وہیں سے واپس ہو کر فاتح اسلام
موسیٰ بن نصیر کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس وقت یہ شمالی
افریقہ میں مقیم تھے اور ان کو معلومات بہم پہونچاتے
ہوئے سازگاری ماحول کا اطمینان دلایا، اور یقین دلایا
کہ اگر ہم نے ہمت سے کام لیا تو ان شاء اللہ کامیابی
ہمارے قدم چومے گی۔

چنانچہ اس کے دوسرے سال موسیٰ بن نصیر نے
ایک نوجوان اسلامی فاتح "طارق بن زیاد" کی امارت
میں ایک اسلامی لشکر، اسپین کو اسلامی نور سے منور
کرنے کے لئے روانہ فرمایا؛ طارق اور ان کے لشکریوں
نے اس دشوار گذار گھاٹی کو عبور کیا جو بعد میں جبل طارق
کے نام سے مشہور ہوئی، اور اسپین کے ایک کنارے
فروکش ہوئے، پھر وندالی حکومت کے آخری حکمران "لذریق"
سے سرزمین اسپین پر پہلا اسلامی مقابلہ ہوا جس میں
طارق کو کامیابی ہوئی۔ حالانکہ طارق کے پاس بہت کم فوج
اور بہت قلیل مقدار میں جنگی ہتھیار تھے، اس کے برخلاف
مقابل کے پاس کافی فوج اور بے شمار آلاتِ حرب تھے
لیکن اللہ تعالٰے نے یہاں بھی اس آیت کا مصداق کر
دکھلایا "وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى"

اس کے بعد طارق مجاہدینِ اسلام کو لیکر آگے بڑھے
اور بڑھتے بڑھتے اسپین کے قدیم دارالسلطنت "طلیطلہ"
تک میدان سر کرتے ہوئے پہونچ گئے۔ اس طرح
یورپ کے جنوبی خطہ میں اسلام کا دخول ہوا، اور تاریخ
میں پہلی مرتبہ اسلام اس خطہ کا سرکاری دین قرار پایا۔

اس کے دوسرے سال موسیٰ بن نصیر بہ نفسِ نفیس خود
اسلامی لشکر لیکر آن پہونچے، اور بقیہ حصّوں کو فتح کرتے
ہوئے "طلیطلہ" میں طارق سے جا ملے۔ یہاں سے
دونوں لشکر منظم ہو کر اسپین کے شمالی حصّہ کی طرف
روانہ ہوئے اور فرانس کا رُخ کرنے ہی والے تھے کہ دمشق
سے دونوں کا بُلاوا آیا۔ اور موسیٰ بن نصیر اندلس پر اپنے لڑکے
کو قائم مقام بنا کر طارق کے ساتھ عازم دمشق ہوئے
اور تقریبًا نصف صدی تک خلیفۂ دمشق کے جور وستم
کا نشانہ بنے رہے۔

موسیٰ بن نصیر کا بیٹا عبد العزیز پہلا اسلامی حکمراں ثابت
ہوا۔ اس سرزمین میں اسلامی بنیاد مضبوط کرنے میں بہت سے
والیوں نے اس کا ہاتھ بٹایا، اسی درمیان میں ہشام ابن عبد الملک
کا پوتا عبد الرحمٰن بن معاویہ بھی اندلس آپہونچا، اور اس نے
آتے ہی یورپ کی اس سرزمین پر اموی خلافت کی از سرِ نو بنیاد
رکھی۔ دمشق کے عباسی خلیفہ نے اسکو ان ممالک کے عوض میں
یورپ کے اس خطہ میں جگہ دی جو انھوں نے مشرق میں اس سے
چھین لی تھی۔

عبدالرحمٰن داخل کے بعد اس کے لڑکے اندلس کے حکمراں ہوئے، اس دور کے ختم ہونے کے بعد عبدالرحمٰن ناصر اندلس کے تخت پر جلوہ آرا ہوا جس نے اس اموی خلافت کو ختم کرکے ایک عظیم خلافت کی بنیاد ڈالی، پھر امویوں کو اندلس میں دوبارہ عروج حاصل ہوا، اور وہ ایک زمانہ تک اس کے حکمراں رہے۔

اسپین کے امیر وغریب باشندے اسلام کے داخل ہوتے ہی زمرۂ اسلام میں جوق در جوق داخل ہونے لگے، کیوں کہ ان کے لئے اسلام ہی غلامی سے چھٹکارا دلانے کا بہترین ذریعہ ثابت ہوا، کیونکہ مسلمان ہوتے ہی غریبوں کو امرائے اندلس کے ظلم وستم سے نجات ملجاتی، اور وہ تمام اسلامی مراعات کے جائز حقدار قرار دئے جاتے، اور امراء نے اس لئے اسلام کی جانب پیشکش کی تاکہ وہ اپنے بھرم کو باقی رکھ سکیں اور اسلام کے سایۂ عاطفت میں اپنے جان ومال اور جاہ وجلال کی پوری حفاظت کرسکیں، اس طرح اسپین کی اکثریت اسلام کی دولتِ بے بہا سے مالامال ہوگئی۔

اسپینیوں کو حلقۂ اسلام میں داخل ہونے میں تعلیماتِ اسلام اور مراعاتِ دینیہ نے بڑی مدد دی اور "لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَد تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ" کے اصول کے مطابق ہر فرد دین کے معاملہ میں بالکل مختار تھا کسی پر کوئی جبر اور دباؤ نہیں تھا، ہاں ہدایت وضلالت کا بیّن فرق البتہ ان کے سامنے کھل کر آچکا تھا، اور وہ حق وباطل کی تمیز کرنے کے اہل ہوگئے تھے، اس طرح ان کے قلوب پر اسلامی محاسن غالب آگئے لیکن کچھ ایسے بھی قدامت پسند تھے جنہوں نے اپنے قدیم دین کو ترجیح دی، اور پہلے کی طرح مسیحیت اور یہودیت میں منقسم رہے۔

مسیحیت قدیم رومی سرکاری دین تھا اور یہودیت کو اس معنی کر کے تقویت حاصل تھی کہ ان کے منظم ادارے، اور جماعتیں اندلس میں اپنا کام کررہی تھیں۔

اسلام نے دونوں کے ساتھ رواداری کا مثالی برتاؤ کیا، اور یہودیوں اور عیسائیوں کو دینی معاملات میں پوری آزادی دے رکھی تھی۔ وہ اپنے گرجے اور کنیسے بھی بناتے اور صدائے ناقوس بھی بلند کرتے تھے۔

قرطبہ ایک ایسا مثالی اسلامی دارالسلطنت تھا جس میں مسجدوں کے دوش بدوش کنیسے اور گرجے موجود تھے، اور بیک وقت اذان اور ناقوس کی صدائیں یورپ کے قلب میں گونجتی تھیں۔

آٹھویں صدی عیسوی ہی سے اسپین کا سرکاری دین اسلام قرار پایا تھا، بعض غیر مسلم باشندے اسلام میں داخل ہوگئے اور بعض اپنے مسلمان آباء واجداد کے طفیل دولتِ اسلام سے مشرف ہوئے، اور چند نسلوں کے بعد تمام اندلسی مسلمان ہوگئے، نہ ان کے اندر جاگیر وآراضی کا جھگڑا باقی رہا اور نہ کوئی اجنبیت و عار کا پردہ درمیان میں حائل رہا، جدید نسلیں مسلمان یوں ہوتی گئیں کہ فاتحین نے بلا تکلف اسپینی لڑکیوں سے شادی کرنی شروع کردی، اس طرح دو خون مل کر اسپین کے نئے محافظ پیدا ہوئے اور ایک نئی نسل عالم وجود میں آئی۔

یہ نہیں کہا جاسکتا کہ پورا اسپین اسی رنگ میں رنگا ہوا تھا، بلکہ امن پسند اسپینیوں کے دوش بدوش کچھ تخریب پسند متعصب عیسائی بھی تھے جنہوں نے اسلام کے داخل ہونے کے بعد سے اسلام کے خلاف پوری سازش کا جال بچھا رکھا تھا، اور انہوں نے اسپین کے شمالی قبائل کو اسلام کے خلاف اپنی سازشوں کا اڈہ بنا رکھا تھا۔

کچھ دنوں کے بعد انکی سازش رنگ لائی، اور یہ قبائل اپنی منظم سازش کے پیش نظر بہت جلد مسیحی سازش کا اڈا بنکر عظیم طاقت بن گئے جو اسلام کے بصف آرا ہوئے، اور قرطبہ کو اپنا نشانہ بنانا شروع کیا، جو اسلام کا دارالسلطنت تھا

اسپین نے اسلام کی علمی، فنی، اقتصادی، سیاسی، اور اجتماعی تہذیب کو پورے طور پر اپنایا، جس کی وجہ سے وہ یورپ کی سب سے زیادہ ترقی یافتہ حکومت شمار ہونے لگا

یہ اسلام اور اس کی تہذیب و ثقافت ہی کا طفیل تھا کہ اندلس کے قصاب و خیاط اُس زمانے میں ماہر فلسفہ اور شاعر بے بدل شمار کئے جاتے تھے جبکہ یورپ کا کوئی فرد دستخط کرنا بھی نہیں جانتا تھا، اور یورپ کا مہذب شہری بجائے دستخط کرنے کے مہر استعمال کرتا تھا کیونکہ وہ عوام کی طرح اپنا نام لکھنے سے عاجز ہوتا تھا۔

اگر حقیقت کی نظر سے دیکھا جائے تو یہی اسلامی اندلس ان دنوں یورپ کے علوم و فنون اور حکمت و معرفت کا منبع و مخزن تھا، یہاں کے مدارس، اسکول اور یونیورسٹیوں میں یورپ کے ہزاروں طالب علم آکر اپنی علمی پیاس بجھاتے تھے، انہیں مدارس و مکاتب کے ذریعہ یورپ، یونان و اسلام کے فلسفہ سے واقف ہوا، علم طب، علم ادویہ، علم فلکیات، علم کیمیا، علم زراعت اور علم فطرت سے اندلس ہی نے یورپ کو آشنا کرایا، موسیقی اور غناء بھی فرانسیسیوں اور اسپینیوں نے انہیں اسلامی شعراء کے مدارس سے حاصل کئے، ان کے بڑے موسیقار اور کلاکار مثلاً "ترو بادور"۔ فرانسیسی خوجلار، اسپینی اور زریاب، اندلسی مسلمانوں ہی کے شاگرد تھے اور انہیں سے فن موسیقی اور غناء میں مہارت پیدا کی۔

آج یورپ میں بہت سے اسپینی آلاتِ موسیقی معمولی تغیر و تبدل کے ساتھ رائج ہیں، ایسے ہی زراعت اور اس سے متعلق بہت سے آلے آج بھی یورپ میں استعمال کئے جاتے ہیں حتیٰ کہ اُن کا نام بھی معمولی تغیر و تبدل کے ساتھ وہی ہے جو مسلمانوں نے رکھا تھا۔

لیکن جب آنکھوں پر تعصب کی پٹی بندھ جاتی ہے تو محسن کے احسان بھی ظلم و ستم معلوم ہونے لگتے ہیں۔

چنانچہ اندلس کے متعصب عیسائیوں نے بھی اپنی تنگ نظری کا پورا ثبوت دیتے ہوئے اسلام اور مسلمانوں پر وقتاً فوقتاً یورشیں کی اور آہستہ آہستہ مسلمانوں کی طاقت کمزور کرتے ہوئے آگے بڑھتے رہے حتیٰ کہ "طلیطلہ" پر پھر قابض ہو گئے، اُسی دن سے اندلس سے مسلمانوں کی شان و شوکت کو زوال آیا۔

"طلیطلہ" پر قبضہ کر لینے کے بعد عیسائیوں نے مختلف طریقوں سے مسلمانوں کی آراضی، جائیداد اور اُن کی جاگیریں ہتھیانی شروع کر دیں۔ اور مسلمانوں میں تفریق پیدا کرنی شروع کر دی۔ یہاں تک کہ وہ اپنی چالبازیوں سے تیرھویں صدی عیسوی میں اسپین کے اکثر حصوں پر دوبارہ قابض ہو گئے۔ اور مسلمانوں کو اسپین کے جنوبی مغربی حصہ میں مقید کر دیا جہاں پر بنو احمر حکمراں تھے، اور غرناطہ کے نام سے اُن کی ایک چھوٹی سی حکومت باقی رہی، یہ چھوٹی اسلامی حکومت تین صدی تک اور کسی طرح چلتی رہی، اور پندرھویں صدی میں عیسائیت اور داخلی سیاست نے یورپ کے اس مایۂ ناز خطہ سے مسلمانوں کا نام و نشان مٹا دیا، اور سنہ ۱۴۹۲ء میں یہ غرناطہ کی نام نہاد اسلامی حکومت بھی کیتھولکوں کے ہاتھ میں چلی گئی اور مسلمان عیسائیوں کے رحم و کرم پر زندگی گذارنے لگے۔

کچھ دنوں خدا خدا کر کے مسلمانوں نے عیسائیوں کے زیر سایہ ایام گذارے، لیکن ابھی کوئی زیادہ زمانہ نہ گذرا تھا کہ متعصب عیسائی حکومت نے اپنے ایک اعلامیہ میں تصریح کر دی کہ اب اسپین کے عیسائیوں کے سوا اور کوئی نہیں رہ سکتا۔ ظاہر ہے کہ اس حکم کے پیش نظر مسلمانوں کے لئے اس کے علاوہ کوئی شکل باقی نہ رہی کہ وہ اسپین کو فوراً چھوڑ دیں۔

چنانچہ وہاں سے کچھ مسلمانوں نے ہجرت کر کے مغرب میں سکونت اختیار کی جہاں انہوں نے "تطوان" نامی حکومت کی بنیاد رکھی اور بعضوں نے دوسری اسلامی حکومتوں کا رُخ کیا اور وہاں جا کر آباد ہو گئے، علماء کی جماعت نے مصر کا رُخ کیا، جہاں اُن کے علم دین اور فن و حکمت کی قدر کی گئی حتیٰ کہ بعض کو مصریوں نے ولی تک کا مرتبہ دے رکھا تھا۔ جیسے شاطبی،

مرسی اور ان کے علاوہ اور بہت سے علماء اُن کی نظر میں بڑی عظمت و اہمیت رکھتے تھے۔

ظاہر ہے کہ امام شاطبیؒ شاطبہ کے جلیل القدر عالموں میں سے تھے، جو اندلس کا ایک مردم خیز خطّہ ہے، جس نے بہت سے قراءِ اسلام کو جنم دیا۔ اسی طرح امام مرسی بھی اندلس کے ایک دوسرے شہر "مرسیہ" کے جیّد عالم تھے جو اندلس کے مشرق میں "شاطبہ" کے قریب واقع تھا۔

مسلمانوں نے تقریباً آٹھ سو (۸۰۰) برس اندلس میں بڑے چین و سکون اور شان و شوکت سے گذارے۔ پھر وہاں سے بڑی بے مروّتی اور درندگی سے نکالے گئے، اور سترھویں صدی عیسوی کے بعد سے اندلس میں کوئی مسلمان باقی نہیں رہا، کچھ قتل کردئے گئے، کچھ شہر بدر کردئے گئے، بعض کے ساتھ تسامح سے کام لیا گیا، تاکہ اُن کے ظلم و ستم کے واقعات چھپے رہجائیں۔

اگرچہ بعض عیسائیوں نے اسلام سے متاثر ہو کر مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ نہ توڑے، لیکن ایسے عیسائیوں کے چنگل سے بچے ہوئے مسلمان دوسرے درندہ صفت عیسائیوں کے مشقِ ستم بنے، اس طرح اندلس میں اسلام اور مسلمان دونوں کا نام و نشان تک باقی نہ رہا۔

باوجود اس کے کہ اسلام اندلس سے خارج کردیا گیا لیکن اس کی روح اور اس کی تہذیب و ثقافت آج بھی باقی ہے۔ اگر آپ اسپین جاکر تحقیق و تفتیش کریں تو وہاں پر اسلامی تہذیب و ثقافت کے مادی اور معنوی دونوں قسم کے آثار نظر آئیں گے۔ مادی آثار میں ہم مساجد، قلعہ جات، محلات وغیرہ کو بخوبی پیش کرسکتے ہیں، جن میں مسجد قرطبہ، قصر حمراء اور غرناطہ کے محلات خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔ جو آج بھی دنیا کی بہترین عمارتوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔

ثقافت کے آثار دیکھنے ہوں تو اُن علوم و فنون کو دیکھئے جو عربیت کی روح سے معمور ہیں، اسپین کی زبان میں عربی کے بے شمار وہ الفاظ موجود ہیں جن کا تعلق ثقافت و تہذیب سے وابستہ ہے، نیز انھیں معنوی آثار میں اسپین کے اخلاق حمیدہ اور خوش آگیں قدامت پسندی بھی ہے، جو اس کے علاوہ یورپ کے کسی اور خطہ میں نہیں پائی جاتی۔

اسپین میں اخلاق کے چلتے پھرتے نمونے، صاحب خیر شخصیتیں اور کریم النفس برگزیدہ ہستیوں کو دیکھنا ہو تو اس کی دیہاتی زندگی کا مطالعہ کرو جس میں غیرت، مروّت، انسانیت اور حجاب کے اعلیٰ نمونے نظر آتے ہیں، اس حیثیت سے اسپین گویا اسلامی تہذیب و ثقافت کا مظہر ہے۔

شاید اسی اسلامی روح اور عربی تہذیب کا کرشمہ ہے کہ قرون ماضیہ سے لے کر اب تک یورپ کے اہل علم و فضل اور غیر متعصب اہلِ فن برابر اسلام اور عرب کے گن گارہے ہیں اور ان کو یورپ، اور جملہ انسانیت کے لئے قابلِ فخر قرار دے رہے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ آج مستشرقین کی ایک بڑی جماعت عربی علوم و فنون کے احیاء کے پیچھے پڑی ہوئی ہے اور ان کو زندہ کرکے اُن سے فائدہ حاصل کررہی ہے اور اس کو یورپ کے علم و فن کی بُنیاد قرار دے رہی ہے ۔ فقط

---

بقیہ

## کوائفِ دارالعلوم دیوبند

کے سفر مشرقی افریقہ میں ملان خاندان نے حضرت مہتمم صاحب کی پذیرائی میں بڑی گرم جوشی اور دارالعلوم سے اپنی گہری عقیدت کا اظہار کیا تھا۔

موصوف ۴ر ذیقعدہ کو اپنی اہلیہ محترمہ کے ساتھ چند گھنٹے کے لئے دہلی سے دارالعلوم میں تشریف لائے۔

دارالعلوم کو دیکھ کر بہت محظوظ ہوئے، اور ایک گرانقدر عطیہ عنایت فرمایا۔ حق تعالےٰ اُن کو جزائے خیر عطا فرمائے